تیرہویں کابینہ کے اراکین سے الوداعی ملاقات میں خطاب - 7 /Jul/ 2024

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

و الحمد للہ ربّ العالمین و الصّلاۃ و السّلام علی سیّدنا محمّد و آلہ الطاہرین سیّما بقیۃ اللہ فی الارضین.

بہت خوش آمدید برادران عزیز، خواہر گرامیـ یہ اجلاس، جیسا کہ تمام حکومتوں کے اجلاسوں کی طرح، میرے طرف سے ذمہ داروں، دوستوں اور حکومت کے اراکین کا شکریہ ادا کرنے کا اجلاس ہےـ البتہ ہمارے عزیز آقای رئیسی کی جگہ خالی ہے ؛ لیکن ہمارے عقائد کے مطابق، مؤمنین کی روحیں، خصوصاً شہداء، ناظر ہیں، حاضر ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں ؛ در حقیقت، وہ بھی ہمارے شکریہ اور ان کے لیے ہماری قدردانی سے آگاہ ہیں۔

اجلاس شکریہ ادا کرنے کے لیے ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ ان‌شاءاللہ اللہ تعالی آپ کی محنتوں کو قبول کرے گاـ اور جو کچھ آپ نے کیا وہ ایک طرف، جو نیت آپ نے اس کو انجام دینے کیلئے کی وہ بھی ایک طرف ؛ وہ بھی اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے ؛ یعنی آپ کا ارادہ یہ تھا کہ حکومت کے دوران کچھ کاموں کو، کچھ منصوبوں کو عملی جامہ پہنائیں ؛ وہ بھی اللہ کے ہاں جزا رکھتا ہےـ ان‌شاءاللہ اللہ آپ کو کامیاب کرے اور آپ کی مدد کرے تاکہ آپ یہ خدمات جاری رکھ سکیں۔ البتہ، فطری طور پر حکومت کے ڈھانچے میں تبدیلیاں آئیں گی، اس میں کوئی شک نہیں ؛ لیکن افراد کی خدمت حکومت کے مخصوص عہدوں کے دائرے میں نہیں ہونی چاہیے ؛ بلکہ ہر حالت میں، ہر موقع پر، انہیں کام کرنے اور خدمت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیےـ اور ملک کی خدمت کریں، ملک کے لیے کام کریں اور آپ یہ کر سکتے ہیں، الحمدللہـ

مرحوم آقای رئیسی (رضوان اللہ علیہ) کی حکومت خدمت کرنے والی حکومت تھی، امید کی حکومت تھی، داخلی اور خارجی شعبوں میں فعال کردار کرنے والی حکومت تھیـ اگرچہ یہ عناوین شاید خود انہوں نے یا حکومت کے اراکین نے استعمال نہیں کیے، لیکن حقیقت میں یہ ایسا ہی محسوس ہوتا تھا اور سمجھا جاتا تھا ؛ وہ واقعی امید رکھتے تھے، وہ واقعی مستقبل کے بارے میں امیدوار تھے ــ البتہ ان کا حق تھا ــ اور وہ اس بات کا ارادہ رکھتے تھے کہ ان اپنے اہداف تک پہنچیں، آپ سب کی مدد سےـ میں مرحوم آقای رئیسی کی خصوصیات کے بارے میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں جو میرے ذہن میں نمایاں ہےـ البتہ آقای مخبر نے انصافاً بہت اچھی طرح بیان کیا ؛ انہوں نے بہت سے اہم پہلوؤں کا ذکر کیا، میں بھی چند نکات ذکر کرتا ہوں۔

میرے خیال میں آقای رئیسی کی سب سے اہم خصوصیت ان کا عوامی ہونا تھاـ ہمارے لیے، حکومتوں اور حکومتی سربراہوں کے لیے، حکومت کے اراکین کے لیے، یہ ایک نمونہ ہونا چاہیےـ وہ عوام کی عزت کرتے تھے، عوام کے درمیان موجود رہتے تھے، عوام میں شامل ہو کر حقائق کو محسوس کرتے تھے، ان کی باتیں سنتے تھے اور ان کی ضروریات کو اپنے منصوبوں کا محور بناتے تھے ؛ وہ اسی طرح تھےـ ان کی منصوبہ بندیوں، اقدامات اور کاموں کی محور عوام کی مشکلات کا حل تھاـ اب کچھ کاموں کا نتیجہ نکل آیا، کچھ کا نہیں آیا، لیکن ان کے کاموں کا محور یہی تھا ؛ وہ جو ہم ہمیشہ اپنے اجلاسوں میں دیکھتے اور محسوس کرتے تھےـ

یہ بالکل وہی ہے جو اسلام کی تعلیمات ہیں ؛ یعنی عوام کے ساتھ ہونا۔ اس معروف خط اور مشہور حکم میں جو امیرالمؤمنین (علیہ السلام) نے مالک اشتر کو دیا، وہ فرماتے ہیں کہ تمہارے لیے سب سے بہترین اور پسندیدہ کام وہ ہونا چاہیے جو تمہارے عوام کو خوش کرے ؛ ان کی طرف جاو۔ "رعیّت" کے لفظ کا مطلب (جو کبھی کبھی

امیرالمؤمنین کی باتوں میں آتا ہے، کبھی "رعیّت" کہا جاتا ہے، کبھی "عامہ" کہا جاتا ہے) عوام کی مجموعی تعداد ہے جو خاص لوگوں کے مقابلے میں ہے، جنہیں حضرت "خاصہ" یا "خاص لوگوں" کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ سب سے بہتر اور پسندیدہ کام وہ ہے جو عوام کی خوشی کا سبب بنے، انہیں خوش کرے، ان کی رضا کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔

اور پھر، دو تین فقروں کے بعد، حضرت فرماتے ہیں: وَ اِنَّما عِمادُ الدّینِ وَ جِماعُ المُسلِمینَ وَ العُدَّۃُ لِلاعداءِ العامَّۃُ مِنَ الاُمَّۃ ؛ یعنی دین کا ستون، مسلمانوں کی یکجہتی اور دشمنوں کے مقابلے میں تیاری یہی عوام ہیں ؛ یہی وہ لوگ ہیں جو تمہارے لیے دشمن کے سامنے کام آ سکتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو ملک میں اتحاد اور یکجہتی پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر یہ ایک ساتھ ہوں تو ملک یکپارچہ ہو جاتا ہے۔ وَ الا مورد نظر افراد یعنی خواص یا خاص لوگ، ان میں سے ہر ایک کے اپنے اپنے مفادات اور مقاصد ہوتے ہیں، اور وہ اپنے لیے کام کرتے ہیں۔ طبعی بات ہے کہ جب خواہشات ایک دوسرے کے مخالف ہوں تو وہ ایک دوسرے سے ٹکرا جاتی ہیں ــ اس میں کوئی شک نہیں ــ اور "اجتماع" کا مفہوم ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن عوام ایسا نہیں ہیں ؛ عوام کے افراد، معاشرے کے عام لوگ، اجتماع کر سکتے ہیں اور دشمن کے مقابلے میں تیاری کا ذریعہ بن سکتے ہیں ؛ ہر میدان میں، عوامی طاقت ہی کام آتی ہے۔

اب حضرت آگے چل کر مزید بڑی دلچسپ باتیں فرماتے ہیں، جن کی میں نے ان سالوں کے دوران حکومتی دوستوں کے لیے منعقدہ نہج البلاغہ کے اجلاسوں میں بعض حصے وضاحت کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ نورچشمی لوگ، یعنی خواص، ان کی توقع سب سے زیادہ ہوتی ہے، ان کا صبر سب سے کم ہوتا ہے، اور ان کی مدد سب سے زیادہ کمزور اور ناقابلِ اعتبار ہوتی ہے ؛ جب توقع کی بات آتی ہے تو ان کی توقعات سب سے زیادہ ہوتی ہیں، لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو یہ سب سے کم میدان میں اترتے ہیں۔ جب جنگ پیش آتی ہے تو ان کی موجودگی محسوس نہیں ہوتی، برعکس عوام کے، جن کی قربانیاں آپ سب نے دفاع مقدس کے میدان میں، دفاع حرم میں، اور دیگر مواقع پر دیکھی ہیں۔ دیکھیں، یہ ایک واضح نقشہ ہے جو امیرالمؤمنین (علیہ السلام) نے کھینچا ہے۔ آقای رئیسی اسی راستے پر چلتے تھے، وہ اسی کو اپنائے ہوئے تھے ؛ یہ بہت قیمتی بات ہے، یہ بہت عمدہ ہے، اور یہ واقعی نمونہ ہے جسے ہم سب کو سیکھنا چاہیے۔ یہ ان کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک تھی۔

دوسرا نکتہ یہ تھا کہ وہ واقعی اندرونی صلاحیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ ہم بہت سے ذمہ داروں سے اندرونی صلاحیتوں اور ملک کی قابلیتوں کے بارے میں مختلف مواقع پر بات کرتے ہیں، کوئی بھی ان سے اختلاف نہیں کرتا، لیکن آدمی سمجھ جاتا ہے کہ کون ان صلاحیتوں پر گہرے اور دل کی گہرائیوں سے یقین رکھتا ہے اور کون نہیں۔ آقای رئیسی واقعی یقین رکھتے تھے ؛ یعنی وہ مانتے تھے کہ ہم ملک کے بہت سے مسائل، یا زیادہ تر مسائل، یا ایک صورت میں تمام مسائل کو اندرونی صلاحیتوں پر انحصار کرتے ہوئے حل کر سکتے ہیں ؛ اور اسی لیے وہ اس سمت میں کام بھی کر رہے تھے۔ یہ ان کے بنیادی اور اہم اصولوں میں سے ایک تھا۔

ایک اور نمایاں خصوصیت ان کی انقلابی اور دینی مؤقف کے اعلان میں صراحت تھی۔ وہ دو ٹوک بات کرتے تھے اور یہ پروا نہیں کرتے تھے کہ اگر ہم اپنا انقلابی مؤقف صاف بیان کریں تو فلاں آدمی، فلاں گروہ یا فلاں شخصیت ناراض ہو سکتی ہے۔ اس طرح کے مصلحتوں کو وہ خاطر میں نہیں لاتے تھے ؛ یعنی اپنے انقلابی مؤقف، جس پر وہ یقین رکھتے تھے اور قائم تھے، کو کھل کر بیان کرتے تھے۔ ان کے پہلے انٹرویو میں، جب ان سے کسی مخصوص ملک سے تعلقات کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا آپ ان سے تعلقات قائم کریں گے؟ تو انہوں نے صاف کہا: نہیں! صاف اور دوٹوک ؛ بغیر کسی مصلحت یا حاشیہ کے۔ ان تمام معاملات میں، جتنا ہم نے دیکھا، وہ ہمیشہ

اسی طرح تھے۔

ان کی ایک اور خصوصیت جو سب جانتے ہیں، وہ ان کا کام کے حوالے سے تھکن نہ محسوس کرنا تھا۔ میں بارہا ان سے کہتا تھا کہ کچھ وقت آرام کریں۔ میں ان کے سامنے مثالیں پیش کرتا کہ کچھ لوگ آرام نہیں کرتے اور پھر مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ میں کہتا تھا کہ اپنے مستقبل کے کاموں کے لیے بھی تھوڑا آرام کریں، ورنہ ایسا نہ ہو کہ ایک دن آپ گر جائیں اور پھر کام نہ کر سکیں! میں بار بار یہ کہتا تھا۔ وہ ہمیشہ کہتے تھے: میں کام سے تھکتا نہیں ہوں، اور واقعی ایسا لگتا تھا کہ وہ تھکتے نہیں تھے۔ آدمی حیران ہوتا تھا۔ آدھی رات کو بیرون ملک کے سفر سے واپس آتے اور صبح کسی مقام، مثلاً کرج یا کسی اور جگہ، عوامی ملاقات یا مختلف امور کے لیے اجلاس کرتے! یہ سب بہت اہم کام تھے۔

ایک اور نمایاں خصوصیت ان کی یہ تھی کہ وہ لوگوں کی باتوں سے مایوس نہیں ہوتے تھے۔ یہ ہم میں سے اکثر کی کمزوری ہے کہ جب کوئی ہم پرتنقید کرتا ہے تو فوراً ہمارا دل ٹوٹ جاتا ہے، ہمارا موڈ خراب ہو جاتا ہے، یا ہمیں برا لگتا ہے کہ کیوں ہماری قدر نہیں کی گئی، اور ہم کام چھوڑ دیتے ہیں ؛ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے ؛ ہم ہمیشہ چاہتے ہیں کہ ہماری تعریف کی جائے۔ لیکن وہ ایسے نہیں تھے ؛ ان پر بہت باتیں بنائی گئیں، لیکن وہ مایوس نہیں ہوتے تھے۔ البتہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اس سے تکلیف نہیں اٹھاتے تھے ؛ جی، انہیں تکلیف ہوتی تھی، کبھی کبھار وہ مجھ سے شکایت بھی کرتے تھے، لیکن وہ مایوس نہیں ہوتے تھے اور کام کرنے سے باز نہیں آتے تھے۔ یہ بھی ان کی ایک نمایاں خصوصیت تھی۔

ایک اور نمایاں خصوصیت جو ان میں پائی جاتی تھی، یہ تھی کہ خارجہ پالیسی میں وہ دو چیزوں کو ایک ساتھ اور متوازن طریقے سے اختیار کرتے تھے: ایک تعامل (رابطہ و گفت و شنید) اور دوسرا عزت و وقار کا تحفظ۔ وہ تعامل کے حامی تھے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ کسی یورپی صدر کے ساتھ وہ ایک گھنٹے یا ڈیڑھ گھنٹے تک ٹیلیفون پر بات چیت کرتے! واقعی، فرض کریں کہ ڈیڑھ گھنٹہ بات کرتے۔ وہ تعامل کے حامی تھے، لیکن عزت و وقار کے ساتھ۔ نہ اتنی سختی کہ تعلقات ختم ہو جائیں، نہ غیر ضروری رعایت یا کمزوری دکھانا ؛ بلکہ عزت کے مقام سے، لیکن ساتھ ہی تعامل کے ساتھ۔

یہی رویہ تھا جس کی وجہ سے ان کی شہادت کے بعد، میں نے دیکھا کہ دنیا کے کئی بڑے رہنما، جو آج کی دنیا میں نمایاں اور اعلیٰ درجے کی شخصیات سمجھی جاتی ہیں، انہوں نے مجھے بھیجے گئے پیغامات میں ان کی تعریف کی اور انہیں ایک نمایاں شخصیت کے طور پر سراہا۔ یہ بہت اہم بات ہے ؛ یعنی وہ ایک عام سیاستدان کے طور پر نہیں، بلکہ ایک نمایاں اور ممتاز سیاستدان کے طور پر یاد کیے گئے۔

وہ تعلقات کے قیام پر یقین رکھتے تھے۔ ہم نے کئی سالوں تک افریقہ کو نظرانداز کر رکھا تھا، باوجود اس کے کہ افریقہ کے حوالے سے کئی بار تاکید کی گئی ؛ لیکن انہوں نے افریقہ کے ساتھ تعلقات قائم کیے، وہاں کے دورے کیے، اور تعامل کیا۔ مختلف ممالک کے ساتھ، جن سے تعلقات قائم کیے جا سکتے تھے اور جہاں تعلقات قائم کرنے کی ضرورت تھی، انہوں نے اقدامات کیے۔ وہ ترجیحات کو اہمیت دیتے تھے ؛ مثلاً، ہمسایہ ممالک کے ساتھ تعلقات ان کی ترجیحات میں شامل تھے، اور وہ اس مسئلے کو بہت اہمیت دیتے تھے۔

ایک اور نمایاں پہلو، جیسا کہ آقای مخبر نے بجا طور پر ذکر کیا، بڑے منصوبوں پر ان کی توجہ تھی۔ وہ بڑے اور اہم منصوبوں پر توجہ دیتے تھے ؛ مثلاً، سمندر سے پانی کو مختلف علاقوں تک پہنچانے کا منصوبہ، یا پانی کے مسئلے پر دور دراز علاقوں سے پانی کی ترسیل کے منصوبے، تاکہ ان شہروں کو پانی فراہم کیا جا سکے جو کافی عرصے

سے اس کے منتظر تھے۔ انہوں نے ان علاقوں کی پینے کے پانی اور زراعت کے مسائل کو حل کیا۔ اس نوعیت کے کئی منصوبے ان کی قیادت میں مکمل ہوئے۔ یہ بھی ان کی خصوصیات میں سے ایک نمایاں پہلو تھا۔

ایک اور اہم پہلو ان کا اخلاقی رویہ تھا ؛ وہ واقعی منکسر المزاج اور بردبار انسان تھے۔ وہ صبر و تحمل والے تھے، اختلاف رکھنے والوں کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آتے تھے، چاہے یہ نظریاتی اختلاف ہو یا عملی اختلاف جو ملکی معاملات میں تنازعات کی صورت اختیار کر لیتا تھا۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ ملکی انتظام و انصرام میں اس قسم کی صورتحال پیش آتی ہے۔ وہ ان معاملات کو میرے ساتھ بھی زیر بحث لاتے تھے اور کبھی کبھار گلہ بھی کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود وہ اختلاف رکھنے والوں کے ساتھ مدبرانہ رویہ اختیار کرتے تھے۔ ایک موقع پر، ان کا کسی جگہ کے ساتھ ایک تنازع تھا، میں نے ان سے کہا کہ بالکل کوئی ردعمل ظاہر نہ کریں ؛ یہ ان کے لیے بہت مشکل تھا، لیکن انہوں نے کوئی ردعمل نہیں دیا۔ یعنی وہ واقعی مدبرانہ رویہ اختیار کرتے تھے۔ اگر وہ اس صبر و تحمل کا مظاہرہ نہ کرتے، تو ملک میں ایک بڑا تنازع کھڑا ہو سکتا تھا۔ ان کی یہی خصوصیت تھی۔

ایک اور نمایاں پہلو یہ تھا کہ وہ ذکر، دعا اور توسّل کے پابند تھے، جیسا کہ ایک مقرر نے بھی اس کا ذکر کیا۔ اب ان دعاوں کی تفصیلات تو میں نہیں جانتا، لیکن یہ جانتا ہوں کہ وہ دعا سے مانوس تھے، ذکر کرنے والے تھے، توسّل کرنے والے تھے، گریہ کرنے والے تھے، اور ان کا دل روشن اور عالم غیب سے معنوی طور پر جڑا ہوا تھا۔ یہی چیزیں انسان کو نجات دیتی ہیں اور کامیابی کی طرف لے جاتی ہیں۔

اللہ ان کے درجات بلند کرے۔ میں نے یہ باتیں اس لیے بیان کیں کہ یہ سب بطور نمونہ محفوظ ہو جائیں ؛ تاکہ معلوم ہو کہ ایک ملک کے انتظامی سربراہ عملی، فکری اور قلبی خصوصیات کا یہ مجموعہ ہو سکتا ہے، اور وہ ان سب کو ساتھ لے کر چل سکتا ہے۔ الحمدللہ، وہ یہ سب رکھتے تھے۔

ہم وزراء کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں ؛ آپ نے تعاون کیا، محنت کی ان چند سالوں کے دوران اور صدر جمہوریہ کی مدد کی۔ اگر ان کے ساتھیوں کا تعاون نہ ہوتا تو وہ یقیناً ان تمام امکانات کو فراہم نہیں کر سکتے تھے۔ انسان تنہا ان کاموں کو انجام نہیں دے سکتا ؛ اس کے لیے ایک ٹیم کی ضرورت ہوتی ہے، اور وہ ٹیم آپ لوگ ہیں، اور الحمدللہ آپ نے مدد کی۔ خاص طور پر، میں جناب مخبر کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا ؛ نہ صرف ان کی آقای رئیسی کے ساتھ ان تین سالوں میں کی جانے والی شاندار معاونت کے لیے—اور یقیناً جن مشکلات اور پریشانیوں کو انہوں نے برداشت کیا، ان کے لیے ایک الگ تفصیلی بات چیت کی ضرورت ہے۔ واقعی، انہوں نے بہت سخت حالات کا سامنا کیا لیکن آقای رئیسی اور حکومت کے ساتھ بہترین انداز میں تعاون کیا—بلکہ ان چالیس پچاس دنوں میں بھی، جب وہ "قائم مقام صدر" کے طور پر کام کر رہے تھے، انہوں نے بے حد اچھے انداز میں اپنی ذمہ داریاں انجام دیں، خوب محنت کی اور تمام کاموں کو مؤثر انداز میں آگے بڑھایا۔

یہ بات کہی گئی تھی کہ "آخری دن تک تمام کام مکمل کیے جائیں"، انہوں نے اس کو حقیقی معنوں میں سنجیدگی سے لیا۔ آپ لوگ بھی اسی طرح مشغول ہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ سب کام میں مصروف ہیں۔ کاموں کو اسی آخری لمحے تک جاری رکھیں۔ یہ خصوصیات حکومتوں، سربراہان، وزراء اور سب کے لیے ایک نمونہ ہیں ؛ ان شاء اللہ، سب اس نمونے سے فائدہ اٹھائیں، ہم سب فائدہ اٹھائیں، اور میں بھی فائدہ اٹھاؤں۔

آخر میں، میں ایک بار پھر عوام کا انتخابات کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں حکومتی عہدیداروں، وزارتِ داخلہ، ذرائع ابلاغ، سیکورٹی فورسز اور امن و امان کے نگرانوں کا بھی ان انتخابات کے بہترین انعقاد پر دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔ سب نے محنت کی، سب نے کوشش کی، اور اللہ کا شکر ہے کہ ان کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا

کہ ایک ملک گیر، پُرامن انتخابات منعقد ہو سکے۔ یہ بہت اہم بات ہے۔ دنیا کے اکثر مقامات پر—اب ہم یہ نہیں کہتے کہ ہر جگہ ؛ ہمیں ہر جگہ کا علم نہیں—سیاسی اور نظریاتی اختلافات کے باوجود، انتخابات عام طور پر جھگڑوں، ہاتھا پائی، مار پیٹ، اور کبھی کبھار قتل و غارت تک پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اللہ کا شکر ہے کہ انتخابات امن کے ساتھ منعقد ہوئے۔ یہ آپ کی صلاحیت اور فن تھا کہ آپ نے ان انتخابات کو بہترین انداز میں انجام دیا۔

ہمارے یہاں رواج ہے کہ اس آخری ملاقات میں ہم ہر ایک فرد کو قرآن کریم کا نسخہ تحفے میں دیتے ہیں ؛ یہ نسخہ بھی میں جناب مخبر کو ہدیہ کرتا ہوں۔ اللہ آپ کو محفوظ رکھے، اللہ آپ سب کو کامیاب کرے، مدد کرے اور آپ کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام علیکم و رحمت اللہ و برکاتہ

1۔ ملاقات کے آغاز میں اسلامی جمہوریہ ایران کے نگراں صدر محمد مخبر نے کچھ باتیں بیان کیں۔

2۔ نہج البلاغہ خط نمبر 53

3 ۔ آرزوئیں اور مطالبات

4۔ جناب آقائے مخبر

5۔ صدارتی الیکشن کے لئے پہلے مرحلے میں 28 جون کو دوسرے مرحلے میں 5 جولائی کو ووٹنگ ہوئیـ